ڈاکٹر صادق نقوی

دکن میں شیعہ سلطنتوں کے قیام کا

تاریخی پس منظر

شیعیان حیدر کرار ورق کائنات پر آدم سے خاتم تک اور دورۂ خاتم النبیین سے آج تک باقی ہیں۔ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا۔ "علی حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ" اس حدیث کی روشنی میں صاحبان حق و دوستداران علی قرار پائے ہیں۔ ایسے ممکن ہی نہیں ہے کہ کائنات کے پردے پر پرستاران حق کا وجود نہ ہو اس لئے کہ اگر باطل پسندوں کا وجود ثابت ہے تو پھر حق پسندوں کا ہونا بھی ضروری ہے۔ تاریخ کے صفحات پر حق پسندوں کے تذکرے موجود ہیں بلکہ یوں بھی ہے کہ انسانیت کی بلندی اور شرف کا اندازہ ہوتا ہے لیکن سولھویں صدی عیسوی کے آغاز تک ورق کائنات پر کوئی ایسی حکومت قائم نہیں ہوئی تھی جس کا سرکاری مذہب شیعیت ہو اور جہاں شیعوں کی اذان اور خطبہ کھلے عام پڑھا جاتا ہو ـــــ لیکن سولھویں صدی کے آغاز سے شیعوں کی تاریخ کا ایک روشن باب شروع ہوا ۱۵۰۱ء میں شاہ محمد اسمٰعیل صفوی نے اپنے (۳۰۰) جاں بازوں کے ساتھ ایران کے مقام اردبیلی پر قبضہ کرلیا۔ اور پھر مختصر سے عرصہ میں اس نے آس پاس کے زمینداروں ور شاہزادوں کو شکست دے کر اپنی سلطنت بنالی۔ شاہ محمد اسماعیل، شیخ صفی اردبیلی کے گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے دنیا میں سب سے پہلے شیعیت کو اپنی حکومت کا سرکاری مذہب قرار دیا۔ یہ دنیا میں پہلی شیعہ سلطنت تھی جو ایران میں قائم ہوئی (۱)

یہ تاریخ کا عجیب اتفاق ہے کہ قریب قریب اسی دور میں بیجاپور کے علاقہ پر یوسف عادل خان نے اپنی حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ اسماعیل کی طرح یوسف کی تعلیم و تربیت بھی شیخ صفی اردبیلی کے زیر سایہ ہوئی تھی۔ سات برس کی عمر سے (۱۶) برس کی عمر تک یوسف شیخ کے زیر سایہ رہا۔ پلا بڑھا تھا (۲) اس کی تعلیم اور ذہنی تربیت شیخ صفی جیسے عالم باعمل کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ اس لئے یوسف کا دل

نور ایمان سے منور اور اس کا عزم و حوصلہ اہلبیتؑ اطہار کے در کی وابستگی کا نتیجہ تھا۔ تخت سلطنت پر آتے ہی یوسف عادل خان نے اعلان کیا کہ اس کے حدود سلطنت میں اذان اور خطبہ مذہب شیعہ کے اصول پر دیا جائے گا۔ فرشتہ نے اپنی تاریخ گلشن ابراہیمی "میں اس کا تذکرہ یوں کیا ہے وہ لکھتا ہے۔

۹۰۸ھ میں یوسف عادل خاں نے اپنے درباریوں 'امراء و علماء کو طلب کیا۔ دربار جب سج گیا تو اس نے مرزا جہانگیر، حیدر بیگ و سید احمد حیدر کو جو اس دور کے شیعہ علماء میں صاحب عظمت سمجھے جاتے تھے مخاطب کر کے اپنے خواب کو بیان کیا کہ خواب میں اسے رسالت مآب نے بادشاہت عطا کی تھی اور اس نے خواب سے بیدار ہوتے ہی یہ منت کی تھی کہ اگر وہ کبھی کسی وقت سلطنت کا فرمان روا ہوا تو وہ اپنی سلطنت کے حدود میں مذہب حقہ رائج کرے گا۔ اذان اور خطبہ ائمہ معصومینؑ کے نام پڑھوائے گا (۳) اب وہ وقت آگیا ہے اور اسی لئے وہ رسول اکرم سے اپنے کئے ہوئے وعدے کو پورا کر رہا ہے۔ یوسف عادل خاں نے اپنے امراء اور علماء کو اس دربار میں پوری آزادی دی کہ وہ اس سلسلہ میں کھل کر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ دربار میں امراء علماء کی اکثریت ترک دکھنی اور حبشی النسل تھی جو سنی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے انھوں نے اقلیت اور اکثریت کا عذر پیش کیا اور بادشاہ سے کہا کہ اس کی رعایا، امراء علماء اور عہدہ داروں کی اکثریت چونکہ سنی مسلک کی پابند ہے اس لئے اقلیتی مسلک کو اکثریت کے مقابلہ میں رائج کرنا درست نہ ہوگا۔ دربار کی فضا مکدر ہو چلی تھی۔ اس لئے یوسف عادل خاں نے بغیر کوئی فیصلہ کئے ہی دربار کے برخواست ہونے کا اعلان کر دیا۔ لیکن کچھ ہی دنوں بعد اسے اطلاع ملی کہ ایران میں اسماعیل صفوی نے شیعہ اذان اور خطبہ کو اپنی سلطنت میں رائج کر دیا۔ اب یوسف کو قرار نہ آیا ابراہیم زبیری نے اپنی کتاب "بساطین السلاطین" میں پہلی شیعوں کی اذان اور خطبہ کا تذکرہ مختصر لفظوں میں یوں لکھا ہے۔ "ماہ جمادی الاول ۹۰۸ھ ۱۵۰۳ء) روز جمعہ قلعہ آرک کی مسجد میں یوسف عادل خاں نے نقیب خاں کو حکم دیا کہ وہ گلدستہ اذان پر بلند ہو اور شیعہ اذان دے۔ نماز کے بعد اس نے حکم دیا کہ خطبہ بارہ اماموں کے نام پڑھا جائے۔ (۴)

ہندوستان کی سرزمین پر یہ پہلا موقع تھا۔ جب کسی مسجد میں اعلانیہ شیعوں کی اذان دی گئی اور مولائے کائنات کا نام نامی بغیر کسی خوف کے کسی بادشاہ کی موجودگی میں لیا گیا۔

یہ بڑی عجیب بات ہے کہ تاریخ دانوں کی ایک بڑی تعداد یوسف عادل خاں پر سخت معترض ہے کہ اس نے اکثریت کے مسلک کو ٹھکرا کر اقلیت کے مذہب کو اپنی حکومت کا مذہب بنایا۔ لیکن یہ اعتراض اپنے میں کوئی وزن نہیں رکھتا اور لکھنے والوں کی کوتاہ ذہنی کا اظہار کرتا ہے۔ اگر کسی بادشاہ کے عادل یا ظالم ہونے کا معیار یہ قرار پائے تو پھر ہندوستان پر حکومت کرنے والے سارے کے سارے بادشاہ قطب الدین سے بہادر شاہ ظفر تک ظالم قرار پائیں گے۔ اس لئے کہ انھوں نے ہندوستان میں جہاں کی اکثریت کا مذہب ہندو دھرم تھا اسلام کو اپنی حکومت کا مذہب قرار دیا۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ وہ تاریخ داں جو اورنگ زیب کو اس کے سارے مظالم کے باوجود اعزاز بخشتے ہیں یوسف عادل خاں پر اپنے غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے نہیں چوکتے۔ صرف اس لئے کہ اس نے مذہب اثنا عشری کو سرکار کا مذہب قرار دیا۔ اور شیعیت کو کھل کر اپنایا۔ حالانکہ یوسف عادل کا دور حکومت ہندوستان کے کسی بھی بادشاہ کے دور حکومت سے بہتر تھا۔ بیجاپور کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ یوسف کے دور میں کوئی بھی فرد نہ تو اپنے مذہب کی بنیاد پر قتل کیا گیا اور نہ کسی کو جبراً طاقت کے بل بوتے پر اپنے مذہب کو چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔ سرکار کا مذہب امامیہ ہونے کے باوجود عوام امراء اور جاگیرداروں کو اس کی پوری پوری آزادی تھی کہ وہ جس مسلک کو چاہیں اپنائیں فرشتہ نے اپنی کتاب میں صاف صاف یہ لکھا کہ یوسف کی سلطنت میں مختلف مقامات پر لوگ مختلف انداز میں عبادت کرتے تھے۔ اور اپنے مذہبی رسوم آزادی کے ساتھ پورے کرتے تھے۔ حکومت اس میں کسی قسم کی مداخلت نہ کرتی تھی (۵) اس کے ساتھ ساتھ یوسف عادل خان نے مذہب کی بنیاد پر حکومت کے عہدوں کی تقسیم کے اس اصول کو جو شمالی ہند کے بادشاہوں نے اپنایا تھا اپنی سلطنت میں ہمیشہ کے لئے ختم کردیا۔ یہ تاریخ کی ایک روشن حقیقت ہے کہ علی کے چاہنے والے، حسینؑ مظلوم کا ماتم کرنے والے فطرتاً ظلم سے نفرت کرتے ہیں۔ ظلم چاہے کسی انداز میں ہو شخصی ہو کہ جماعتی، جسمانی ہو کہ ذہنی، اصول و آئین کی بنیادوں پر ہو کہ اعتقاد کی اساس پر مظلوم کے ماتم داروں کا ظلم سے کوئی ربط قائم ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر کسی کا ظلم ثابت ہو جائے، مشاہدے میں آجائے تو پھر ظالم سے دوری اور اس سے اظہار بیزاری مظلوم کے ماتم داروں کا فرض ہو جاتا ہے۔ یہ امام حسینؑ مظلوم کا ماتم داران حسینؑ کو عطیہ ہے۔ کہ وہ حق کا اظہار فریضہ سمجھتے

ہیں۔ان کے لئے حق کا انحصار اکثریت اور اقلیت کے چوکھٹے میں نہیں ہوتا۔ حق بہر حال حق ہوتا ہے، اسے اکثریت مانے کہ نہ مانے اس اصول کو اپنا کر زندگی کی راہوں پر چلنے والوں کا انداز ان کا فلسفۂ حیات ایک ہی ہوتا ہے۔ چاہے وہ تختِ سلطنت پر ہوں کہ بورے پر تاریخ اسلام کے دامن میں ماتم داران حسینؑ مظلوم کے جانے کتنے واقعات محفوظ ہیں جو اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ علیؑ کے چاہنے والوں نے، حسینؑ کے غم کو اپنا مقصدِ حیات بنانے والوں نے طوفان کی گودیوں اور آندھیوں کی باہوں میں حق کے چراغ کو اپنا لہو دے کر روشن رکھا۔ صدیوں تک انہیں تلواروں کی دھاروں پر چلنا پڑا۔ خنجروں کی زبانوں کی سہنا پڑا۔ تیر و تبر کے واروں کو اپنانا پڑا۔ لیکن سولھویں صدی کے آغاز نے انہیں سہارا دیا۔ شاہ اسمٰعیل نے ایران میں اپنی حکومت قائم کی۔ دکن میں بیجاپور کے یوسف عادل خاں نے اپنی حکومت کا مذہب شیعہ قرار دیا۔ صاحبان حق کے حوصلے بلند ہوئے فضاؤں میں شیعہ اذان گونجی۔ خطبہ میں بارہ اماموں کے ناموں کا اعلان ہوا۔ تو گولکنڈہ کی ریاست کے بانی قطب الملک نے بھی راہ حق و صداقت پر قدم بڑھائے۔ بیجاپور کی طرح گولکنڈہ میں بھی امراء اور علماء کی ایک قابل لحاظ تعداد ان کی تھی جو دکن میں ایران اور دوسری مغربی ایشائی مملکتوں سے ہجرت کر کے پہونچے تھے۔ ان لوگوں کو دکن کی تاریخ میں آفاقی کہا گیا ہے۔ سلطان قلی کی مملکت میں آفاقی پارٹی کی قابل لحاظ طاقت تھی۔ جب یوسف عادل خاں نے سلطنت بیجاپور میں شیعہ اذان دلوائی تو آفاقیوں نے قطب الملک کی ہمت افزائی کی کہ وہ بھی اپنے مسلک کا کھل کر اعلان کرے اور اپنے حدودِ سلطنت میں شیعہ اذان اور خطبہ کو رائج کرے۔ ڈاکٹر ہارون خان شروانی نے اپنی مشہور کتاب ہسٹری آف قطب شاہی ڈینس میں مرغوب القلوب" کے حوالے سے لکھا ہے کہ قطب الملک نے ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی یہ منت کی تھی کہ اگر اسے مالک کائنات کبھی کسی مملکت کا حکمراں بنائے گا تو وہ اپنی مملکت میں شیعہ اذان اور خطبہ کو رائج کرے گا(۶) قطب الملک نے شیعہ اذان ۱۵۰۲ء کے بعد ہی رائج کی۔ اکثر تاریخ دانوں کا یہ خیال ہے کہ قطب الملک نے اپنے ارادے کو پورا کرنے میں پس و پیش اس لئے کیا کہ اس دور میں آفاقیوں کے علاوہ دکن میں قابل لحاظ تعداد دکھنی، افغانی اور حبشی امیروں کی تھی جو سب کے سب سنی مذہب کے پیرو تھے۔ قطب الملک کو ان کی مخالفت کا خوف تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ جس بات پر زور دیا جاتا تھا وہ

یہ ہے کہ قطب الملک بہمنی بادشاہوں کا فقادار تھا اس سے اس نے شیعہ اذان اور خطبہ کو رائج نہیں کیا لیکن تاریخ دکن کے صفحات پر اس بات کا کھلا ثبوت موجود ہے کہ بہمنی سلطنت کے کم از کم دو بادشاہوں نے شیعہ مسلک اختیار کر لیا تھا ہارون خان شیروانی نے اپنی کتاب میں اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ پندرھویں صدی کے دوران فیروز شاہ بہمنی اور اس کے بیٹے علاء الدین احمد اول شیعہ مذہب کی طرف راغب تھے۔ ان کے علاوہ برہان نظام شاہ نے جو بہمنی سلطنت کا مشہور حکمراں تھا۔ اپنے سنی ملک پر قائم رہنے کے باوجود خطبہ میں بارہ اماموں کے نام لینے کا حکم صادر کیا۔(۷) بہمنی سلطنت میں شیعیت کا ارتقاء بہمنی، سلطنت کے حکمرانوں کی کاوشوں کا نتیجہ نہیں تھا۔ بلکہ یہ طاہر کی روحانی عظمتوں اور ان کی بے تکان کوششوں کا نتیجہ تھا۔ ان کے آباء واجداد نے کھونڈ ضلع قاذوین کو اپنا وطن بنایا تھا۔ شاہ طاہر یہیں پیدا ہوئے وہ احمد نگر ۹۲۷ھ میں آئے۔ شاہ طاہر کا اثر اتنا بڑھا اور ان کی روحانی اور علمی عظمتوں سے برہان نظام شاہ اتنا متاثر ہوا کہ اس نے بارہ اماموں کے نام سے خطبہ پڑھنے کا حکم صادر کیا۔(۸)

دکن میں شیعہ سلطنتوں کے قیام اور ان کی ترقی کی تاریخ کتابوں میں محفوظ ہے اور آج بھی اس بات کا مکمل ثبوت ہے کہ وہ بادشاہ جن کے ہاتھوں میں دامان اہلبیتؑ رہا۔ ہمیشہ ظلم سے دور رہے۔ یہ صحیح ہے کہ بیجاپور کی سلطنت کے سارے حکمراں شیعہ مسلک پر نہیں رہے۔ یوسف عادل خاں کے بعد پہلی بار عادل شاہ اول نے شیعیت کی تبلیغ کی کوشش کی بلکہ وہ یوسف عادل خاں کے مقابل اپنے مسلک پر زیادہ ہی مضبوط تھا۔ لیکن قطب شاہی سلطنت کے تمام بادشاہیوں کا مسلک مذہب حقہ ہی رہا۔ انھوں نے کسی دور میں بھی اپنے مسلک کو نہ چھپانے کی ضرورت محسوس کی نہ اس پر مصلحت کے پردے ڈالے۔ خود مختار سلطنت کے والی ہونے کے باوجود انھوں نے غلامی مولائے کائنات پر فخر کیا۔ اب بھی محمد قلی کا ایک کتبہ موجود ہے جس کے نیچے بادشاہ کا نام غلام علی محمد قلی لکھا ہے۔

انھوں نے عزاء حسینؑ مظلوم کو اپنا فرض جانا اس میں خود بھی کھل کر حصہ لیا اور اپنی رعایا کو بھی اس کی ترغیب دی۔

اورنگ زیب نے دکن کی دونوں شیعہ ریاستوں بیجاپور اور گولکنڈہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ اس کے ان ریاستوں پر حملہ کی دیگر وجوہات کے منجملہ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یہ ریاستیں شیعہ مسلک

کی پابند تھیں۔ اور ان کے گہرے دوستانہ تعلقات ایران کے ساتھ تھے۔ شیعوں کی دونوں ریاستیں ختم ہو گئیں لیکن محبان اہلبیتؑ اور، ماتم داران حسینؑ مظلوم اب بھی سر زمین دکن پر بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ آج بھی ان کا فلسفۂ حیات وہی ہے جو تھا دنیا کے انقلابات نے جانے کتنے مذاہب، فلسفوں اور تحریکوں کو بدل ڈالا لیکن محبان اہلبیتؑ کا مسلک نہ کسی انقلاب سے بدلا اور نہ اقتدار کے چھن جانے سے ان میں کوئی تبدیلی آئی۔

وہی فلسفۂ حیات جو سلطنتوں کے عروج کے زمانوں میں تھا آج بھی باقی ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

حوالے:–

۱۔ برگس رائیز آف محمڈن پاور ان انڈیا۔ جلد ۳ صفحہ ۲
۲۔ فرشتہ ہسٹری آف دکن۔، انگلش ٹرانسلیشن جان تھی اسکاٹ۔ صفحہ ۲۰۸
۳۔ فرشتہ۔ صفحہ ۲۲۱۔
۴۔ ابراہیم زبیری۔ بساطین السلاطین صفحہ ۲۰
۵۔ فرشتہ (۲۲۱)
۶۔ ہارون خاشیر وانی ہسٹری آف قطب شاہی دنیاسٹی۔ صفحہ۔ ۴۵
۷۔ ہارون خان شیر وانی صفحہ ۴۵
۸۔ ہارون خاں شیر وانی۔ صفحہ ۴۷

❁❁❁